عہدِ رسالت سے خلافت راشدہ تک کتابت قرآن کی تاریخ

The history of Quran writing from the Prophet's time to the Rashidah Caliphate

سید مصطفیٰ رضوی* ڈاکٹر زاہد علی زاہدی**

ISSN (P) 2664-0031 (E) 2664-0023
DOI: https://doi.org/10.37605/fahmiislam.v6i2.385

Received: July 24,2023
Accepted: September 15, 2023
Published: December,2023

Abstract

This article is about the compilation of Qur'an in written form which was started at the time of the Prophet Muhammad (pbuh) and then it was continued to the period of his successor caliphs. The article explains that Qur'an was compiled by the Holy Prophet (pbuh) himself with the help of some companions who were called *Katibeen-e-Wahi*. Later on, it was compiled in the period of first caliph Hazrat Abu Bakar (r.a.) but it was not distributed to anyone. At the time of Hazrat Usman (r.a.) the Qur'an was compiled again in book form and then copied and distributed to different cities to compare them with the copy of Qur'an in the hands of people. Another Qur'an was compiled by Hazrat Ali(a.s.) by himself and it was also showed to Hazrat Abu Bakar (r.a.). Writers of this article believes that the process writing of Qur'an has been continued for centuries in different fonts and scripts.

Keywords: Compilation of Quran, *Katibeen-e-Wahi*, Qur'anic script, Hazrat Abu Bakar and Quran, Hazrat Usman and Quran-

قرآن کریم اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت محمدؐ پر بنی نوع انسان کی ہدایت کے لئے نازل ہونے والی عظیم کتاب ہے۔ قرآن مجید کے نزول کا آغاز غار حرا میں پہلی کے نازل ہونے سے ہوا اور تقریباً تیئس سال کے طویل عرصے میں اختتام کو پہنچا۔ اگر اس بات کا جائزہ لیا جائے کہ قرآن کو کب اور کس نے جمع کیا تو تحقیق سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن مجید رسول اللہ کے دور ہی میں جمع کیا جاچکا تھا۔ قرآن مجید کے جمع کئے جانے کے بارے میں مختلف نظریات پائے جاتے ہیں۔ علمائے کرام اور محققین کی بڑی تعداد اس بات کی

* پی ایچ ڈی اسکالر، شعبہ علوم اسلامی، جامعہ کراچی۔
** پروفیسر شعبہ علوم اسلامی، جامعہ کراچی۔zahidi@uok.edu.pk
(Correspondence Author)

قائل ہے کہ قرآن مجید رسول اکرمؐ کے دور میں جمع ہوا۔ ان میں اہل سنت میں حارث محاسبی، الزرقانی، عبد الصبور، محمد الغزالی، الباقانی اور ابن حجر جبکہ اہل تشیع میں شیخ حر عاملی، ابن طاؤوس اور شرف الدین شامل ہیں۔

پیغمبر اکرمؐ لوگوں کو قرآن مجید کی تعلیم، آیات کی نشر و اشاعت اور قرآنی آیت کے حفظ کرنے پر بہت زیادہ زور دیا کرتے تھے۔ آپؐ ختم قرآن کا بہت اہتمام کیا کرتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کی وفات کے بعد ابھی دو دہائیاں بھی نہ گذرنے پائی تھیں کہ قرآن مجید کے ہزاروں حفاظ اور قاری پیدا ہو گئے۔ اس سے یہ مطلب بھی واضح ہو جاتا ہے کہ قرآن کو ایک شخص یا دو اشخاص کی گواہی کے ساتھ قلمبند نہیں کیا گیا کہ جس کا بعض روایات دعویٰ کرتی ہیں۔ ہماری تحقیق کے مطابق پورا قرآن پیغمبر کے زمانے میں لکھا گیا اور اسے جمع کیا گیا۔ اسی جمع کئے گئے قرآن کو رسول اکرم کے زمانے ہیں "مصحف" کا نام دیا گیا۔ رسول اکرمؐ کا قرآن مجید کی تلاوت کی ترغیب دینا، قرآن مجید کا صحابہ کرام کے سامنے پیش کیا جانا اور پیغمبر اکرمؐ کے سامنے ختم القرآن وغیرہ وہ اہم نکات ہیں کہ جس سے ذریعے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اکرم کے زمانے میں ہی قرآن مصحف کی صورت میں موجود تھا۔ واقعہ قرطاس میں بھی ہم یہ دیکھتے ہیں کہ جب رسول اکرم نے کہا کہ میرے قریب دوات و قلم لاؤ کہ میں تمہیں ایسی تحریر لکھ دوں کہ جس کے بعد تم گمراہ نہ ہو تو حضرت عمر نے یہی جواب دیا تھا کہ ہمارے لئے قرآن کافی ہے۔ یہ مشہور واقعہ صحیح بخاری میں اس طرح درج کیا گیا ہے:

باب قول المريض قوموا عني:

عن ابن عباس رضي الله عنهما قال لما حضر رسول اله صلى الله عليه وسلم وفي البيت رجال فيهم عمر بن الخطاب قال النبي صلى الله عليه وسلم هلم اكتب لكم كتابا لا تضلوا بعده فقال عمر ان النبي صلى الله عليه وسلم قد غلب عليه الوجع وعندكم القرآن حسبنا كتاب اللهفاختلف أهل البيت فاختصموامنهم من يقول قربوا يكتب لكم النبي صلى الله عليه وسلم كتابا لن تضلوا بعده ومنهم من يقول ما قال عمرفلما أكثروا اللغو والاختلاف عند النبي صلى الله عليه وسلم قال رسول الله صلى الله عليه وسلم قوموا عني

قال عبيد الله وكان ابن عباس يقول إن الرزية كل الرزية ما حال بين رسول الله صلى الله عليه وسلم وبين ان يكتب لهم ذلك الكتاب من اختلافهم -(1)

اس واقعہ کے راوی حضرت عبد اللہ ابن عباس ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ:

جب رسولؐ کے انتقال کا وقت قریب پہنچا اور رسولؐ کے گھر میں بہت سے اشخاص تھے جن میں حضرت عمر بھی تھے۔ رسولؐ نے فرمایا: میرے پاس آؤ تاکہ میں تمہیں ایسا نوشتہ لکھ دوں کہ میرے بعد تم کبھی گمراہ نہ ہو۔ اس پر عمر بولے: رسول پر درد کا غلبہ ہے اور تمہارے پاس کلام مجید موجود ہے۔ ہمارے لئے کتابِ خدا کافی ہے۔ اس پر گھر میں جو لوگ موجود تھے ان میں اختلاف ہو گیا۔ وہ آپس میں جھگڑنے لگے۔ بعض کہتے تھے: قلم و دوات رسولؐ کے قریب کر دو کہ رسولؐ ایسا نوشتہ لکھ دیں کہ پھر تم کبھی گمراہ نہ ہو اور بعض حضرت عمر کی ہم نوائی کر رہے تھے۔ جب تکرار اور چپقلش زیادہ بڑھی تو رسولؐ نے فرمایا: تم میرے پاس سے اُٹھ جاؤ۔ عبد اللہ ابن عباس کہتے ہیں: ساری مصیبت یہ ہوئی کہ لوگوں نے باہم اختلاف کر کے شور و غل مچا کر رسولؐ کو وہ نوشتہ نہیں لکھنے دیا۔

یہاں سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن مجید لوگوں کے درمیان رائج اور تحریری شکل میں موجود تھا۔ اسی لئے حضرت عمر نے رسول اکرم کی تحریر سے زیادہ قرآن کریم کو ہی کافی تصور کیا۔

اب ہم سب سے پہلے کتابت، خط یا تحریر کو واضح کرتے ہیں:

"خط" عربی زبان کا کثیر المعانی لفظ ہے جس کا ایک مطلب کتابت و لکھنا ہے- بقول طاہر الکروی:

الخط و الكتابته و التحرير والرقم والسطر و الزبر بمعنى واحد وقد يطلق الخط على علم الرمل(2)

خط، کتابت، تحریر، رقم، سطر، زبر ہم معنی الفاظ ہیں اور کبھی خط کا اطلاق علم الرمل پر بھی ہوتا ہے-

یعنی خط وہ چیز یا آلہ ہے جو ایک انسانی زبان سے نکلے ہوئے الفاظ کو لکھنے کا سبب بنتے ہیں- جبکہ دوسری طرف کسی بھی زبان کی تحریری صورت متعین کرنے والی مخصوص علامات و نقوش رسم الخط کہلاتے ہیں-

درحقیقت ماضی میں انسان اپنے احساسات، جذبات اور خیالات کے اظہار کے لئے جن چند تصاویری اشکال، علامات ونشانات کی مدد لیا کرتا تھا وہ صدیوں کی مسافت اور انسانی شعور کی ترقی کے مرہونِ منت حروف کی شکل اختیار کر گئے اور آج رسم الخط کے نام سے مشہور ہیں- گو کہ رسم الخط کی ابتداء کے متعلق کوئی واضح ثبوت نہیں ملتا البتہ ابن ندیم نے اپنی کتاب "الفہرست" میں کعب نامی عربی کے حوالے سے نقل کیا ہے:

رسم الخط کے موجد حضرت آدم تھے-انہوں نے اپنی وفات سے 300 سال پہلے رسوم خط کچی اینٹوں پر رقم کر کے انہیں آگ میں پکا کر دفن کر دیا تھا- حضرت نوح کے طوفان کے بعد جب یہ اینٹیں برآمد ہوئیں تو ان کے نقوش کو رسم الخط قرار دے دیا گیا-([3])

بعض مادی نظریات کے مطابق شروع شروع میں انسان نے اشاروں کی زبان سے آپس میں رابطہ شروع کیا جو بعد میں تصویری الفاظ یا تصویری رسم الخط کی شکل اختیار کر گیا- رفتہ رفتہ انسان نے ایک مخصوص آواز اور خاص تصویری نشان میں تعلق سے آگاہی حاصل کر لی اور اس طرح آواز و تصویر کے باہمی ملاپ سے معرض وجود میں آنے والی تصاویر وقت کے ساتھ مختصر ہوتے ہوتے حروف و الفاظ کا روپ اختیار کر گئیں لیکن مذہبی نظریات کے مطابق خواہ وہ سامی مذاہب ہو یا آریائی اس میں انسان کی ہدایت کے لیے جو طریقہ کار خدا نے اختیار کیا وہ الفاظ اور جملوں کے ذریعے ہدایت تھی اور دنیا کے ہر مذہب کے پاس جو بنیادی کتاب ہے وہ اس کو اللہ کی کتاب یا کم از کم الٰہی تعلیمات پر مشتمل کتاب سمجھتے ہیں۔ اسلام کے مطابق حضرت آدم علیہ السلام خود اللہ کے نبی ہیں اور ان کا وحی کے ذریعے اللہ سے رابطہ تھا اور یہ وحی الفاظ اور جملوں پر مشتمل تھے جیسا کہ قرآن کریم کی آیات سے ظاہر ہے۔

عربی رسم الخط عالمِ انسانیت کے چند قدیم ترین رسوم الخطوط میں سے ایک ہے- قدیم مصری خط عربی خط کے چند قدیم ترین ماخذات میں سب سے پہلا ماخذ ہے- اسلام کی آمد سے قبل اہلِ عرب زیادہ تر خانہ بدوش، شہری زندگی سے دور، ایک غیر مہذب قوم تھے جنہیں کتابت کی کوئی خاص ضرورت نہ تھی- جیسا کہ ابنِ خلدون کا کہنا ہے کہ:

کتابت بھی ایک پیشہ ہے اور پیشے آبادی کے تابع ہوتے ہیں-اس لیے آپ اکثر دیہاتوں میں ان پڑھ لوگ پائیں گے-اگر کوئی دیہاتی لکھنا پڑھنا سیکھ بھی لے تو اس کا خط بے ڈھنگا ہوتا ہے-اس کا پڑھنا، نہ پڑھنا برابر ہے-آپ انتہائی آباد شہروں میں شہریوں کا خط عمدہ، خوبصورت اور مستحکم پائیں گئے۔(4)

مدینہ میں کم لوگ تحریر و کتابت جانتے تھے-ایک روایت کے مطابق جب حضور نبی کریم (ﷺ) ہجرت کے بعد مدینہ پہنچے تو ایک یہودی وہاں کے بچوں کو کتابت سکھایا کرتا تھا-(5)اسلام کی آمد کے وقت اہلِ مکہ و حجاز میں صرف چند لوگ عربی رسم الخط کو جانتے تھے-اس وقت مکہ میں خطِ حیری رائج تھا اور اسلام کی ابتدائی خط و کتابت بھی اسی خط میں ہوئی-مکہ کے کاتب حضرات میں حضرت عمر، حضرت عثمان اور حضرت علی کے نام ملتے ہیں جبکہ مدینہ منورہ کے کاتبین میں زید بن ثابت، سعید بن زرارہ، منذر بن عمرو، ابی بن کعب، رافع بن مالک، اسید بن حضیر، معن بن عدی، اوس بن خولی اور بشیر بن سعد شامل ہیں۔

قرآن کریم اور احادیث مبارکہ میں بیشتر مقامات پر مسلمانوں کو لکھنے پڑھنے کی طرف رغبت دلائی گئی اور خطاطی پر بھی خصوصی توجہ دی گئی-فنِ خطاطی در حقیقت حروف و الفاظ کو خوبصورت انداز اور ایک دلکش تحریر کی صورت میں لکھنے کو کہتے ہیں-عام طور پر خطاطی اور خوشخطی کو مترادف سمجھا جاتا ہے مگر ان میں ایک مختصر مگر فنی فرق ہے-خوشخطی بطور پیشہ اپنانے والے کو کاتب جبکہ شوق و لگاؤ سے کرنے والے کو خطاط کہتے ہیں۔(6) قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے بیشتر مقامات پر مسلمانوں کو نا صرف کتابت و خطاطی کے متعلق آگاہ فرمایا بلکہ ان علوم و فنون کو سیکھنے کی طرف راغب بھی فرمایا- قرآن مجید کی غارِ حرا میں نازل ہونے والی پہلی وحی میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

اِقْرَاْ وَرَبُّکَ الْاَکْرَمُ ۳ الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ۴ (7)

پڑھو اور تمہارا پروردگار بڑا کریم ہے۔ جس نے قلم کے ذریعے تعلیم دی ہے۔

قرآن پاک کی اڑسٹھویں (68) سورۃ "القلم" کے آغاز میں اللہ تعالیٰ نے لکھی ہوئی تحریر کی قسم کھا کر کتابت و خطاطی کی اہمیت کو اُجاگر فرمایا-ارشاد خداوندی ہوا:

نٓ وَالْقَلَمِ وَمَا یَسْطُرُوْنَ ۱ (8)

نؔ، قلم اور اس چیز کی قسم جو یہ لکھ رہے ہیں۔

اسی طرح حضور اکرمؐ نے بھی کتابت و خطاطی کو خاص اہمیت دی اور مسلمانوں کی توجہ اس جانب مبذول کروائی۔ فنِ کتابت و خطاطی کی اہمیت کو اُجاگر فرمانے کے لئے رسول اکرمؐ نے غزوہ بدر میں گرفتار ہونے والے قیدیوں کو ہدایت فرمائی کہ اگر وہ دس مسلمان بچوں کو لکھنا پڑھنا سکھا دیں تو انہیں رہا کر دیا جائے گا- اس طرح اسلام نے اہلِ عرب میں بالخصوص اور تمام عالمِ انسانیت میں بالعموم فنِ کتابت و خطاطی کے فروغ کے لیے نمایاں کردار ادا کیا-

رسول اکرمؐ نے قرآن پاک لکھواتے وقت جو رسم الخط اختیار فرمایا وہ کوفی اور حجازی رسم الخط ہوا کرتا تھا- آپؐ نے اپنے دورِ مبارک میں خالد بن سعید بن العاص کو ایک خط لکھوایا جس کی انفرادیت و خصوصیت یہ تھی کہ اس میں "کان" کو "کون" اور "حتی" کو "حتا" لکھا گیا تھا- غرض رسول اکرمؐ کے دور مبارک میں استعمال ہونے والے رسم الخط کو دورِ عثمانی میں مزید واضح کر کے پیش کیا گیا تاکہ تمام اسلامی ریاست میں ایک ہی طرزِ رسم الخط کا قرآن پاک موجود ہو۔[9]

رسول اکرمؐ کے انتقال فرماجانے کے بعد وحی کا سلسلہ منقطع ہو گیا۔ حضرت ابو بکر کے دورِ خلافت میں مسلمانوں کی یمامہ کے مقام پر مسیلمہ کذاب سے ہولناک جنگ ہوئی۔ اس معرکے میں کم و بیش 1200 مسلمانوں نے جامِ شہادت نوش کیا جن میں کم و بیش 700 حفاظ کرام تھے- مزید یہ کہ ان شہید ہونے والے حفاظ و قراء میں حضرت سالم بھی شامل تھے- رسول اکرمؐ نے چار جلیل القدر حفاظ و قراء سے قرآن پاک سیکھنے کا حکم مبارک فرمایا تھا اور حضرت سالم ان چار میں سے ایک تھے- مزید یہ کہ حضرت سالم کے فوجی دستے میں دیگر ایسے کئی جلیل القدر قراء و حفاظ بھی شامل تھے جن کے پاس قرآن پاک تحریری شکل میں بھی موجود تھا- چنانچہ اس پُر درد واقعہ کے بعد حالات کی نزاکت اور مستقبل میں ممکنہ مسائل کا بروقت ادراک کرتے ہوئے حضرت عمر نے حضرت ابو بکر کو قرآن پاک کو ایک کتابی شکل میں اکٹھا کرنے کی کوشش کا مشورہ دیا۔ چنانچہ حضرت ابو بکر نے اس عظیم منصوبہ کی ذمہ داری زید بن حارث کو سونپ دی- زید بن حارث نے قرآن لکھنے اور اُبی بن کعب نے قرآن لکھوانے کی ذمہ داری سر انجام دی- قابلِ غور بات یہ ہے کہ ان اصحاب نے قرآن پاک کو جمع کرنے میں بہت زیادہ احتیاط سے کام لیا- جس بھی صحابی سے قرآن مجید اکٹھا کیا جاتا، ان سے دو گواہان کی گواہی لی جاتی کہ انہوں نے متعلقہ حصہِ قرآن رسول اکرمؐ کے بتائے ہوئے رسم الخط کے مطابق تحریر کیا تھا- اس طرح نہایت محتاط انداز میں قرآن پاک کا ایک نسخہ

مبارک جمع کر لیا گیا جو حضرت ابو بکر کے پاس اور آپ کے وصال کے بعد حضرت عمر کے پاس محفوظ رہا اور حضرت عمر کے بعد وہ صحیفہ اُم المومنین حضرت حفصہ (رضی اللہ عنہا) کے پاس محفوظ رہا- جلد ہی اس تیار شدہ و تصدیق شدہ مصحف کی بیشتر نقلیں تیار کروا کر مختلف علاقوں میں تقسیم کروادی گئیں ۔

حضرت عمر نے اپنے دورِ خلافت میں حضرت ابو بکر کی روایت کو بر قرار رکھتے ہوئے قرآن پاک کی نشر و اشاعت پر خاص توجہ دی- امام ابن حزم اُندلسی کے مطابق حضرت عمر کے عہد خلافت میں امت اسلامیہ کے پاس کم و بیش ایک لاکھ سے زائد قرآن پاک کے تحریر شدہ نسخے موجود تھے-

حضرت عثمان کے دورِ خلافت میں حضرت حذیفہ بن یمان آرمینیہ اور آذر بائیجان جانے والی افواج میں شامل تھے۔ انہوں نے اپنے سفر کے دوران دیکھا کہ ایک مقام پر شام اور عراق کی فوجیں جمع ہیں اور ان میں قرأت قرآن پاک پر شدید اختلافات ہیں اور ہر جماعت اپنی قرأت کو دوسری جماعت پر افضل قرار دے رہی ہے۔ حضرت حذیفہ نے اپنی پریشانی و تشویش کا اظہار حضرت عثمان سے کیا اور عرض کی کہ اُمتِ محمدیؐ کو یہودیوں اور عیسائیوں کی طرح کتابِ الٰہی پر اختلاف میں مبتلا ہونے سے پہلے کوئی تدبیر کیجئے۔ حضرت عثمان نے اس وقت کے کم و بیش بارہ ہزار صحابہ کرام کو مشاورت کے لیے جمع فرمایا اور مکمل صورتحال سے آگاہ فرمایا- باہمی مشاورت کے بعد یہ طے پایا کہ تمام لوگوں کو ایک مصحف یعنی مخصوص قرأت اور واحد رسم الخط پر جمع کیا جائے تاکہ اختلافات کا خاتمہ ہو سکے- چنانچہ حضرت عثمان نے حضرت حفصہ کے پاس موجود عہد ابو بکر میں لکھا جانے والا مصحف قرآن منگوایا اور چار صحابہ کرام، زید بن حارث، عبداللہ بن زبیر، سعید بن عاص اور عبد الرحمٰن بن حارث بن ہشام کو یہ کام سرانجام دینے کا حکم دیا- زید بن حارث کو اس کمیٹی کا انچارج بنایا گیا چونکہ آپ ہمیشہ رسول اکرمؐ کے ساتھ کتابت پر معمور رہے اور عہد ابو بکر میں لکھے جانے والے صحیفوں میں بھی پیش پیش تھے۔ بعض روایات کے مطابق چند دیگر صحابہ کرام کی ایک جماعت بھی اس کمیٹی کی معاونت کر رہی تھی جن میں عبد اللہ بن عمر، عبد اللہ بن عباس، عبداللہ بن عمرو بن العاص، ابی بن کعب اور ایوب الانصاری وغیرہ سرِفہرست ہیں- حضرت عثمان نے اس عظیم کام کو سرانجام دینے پر مامور صحابہ کرام کو واضح طور پر تاکید فرمائی کہ اس صحیفے کی کتابت میں استعمال ہونے والے رسم الخط میں قرآن پاک کی تمام قرأت متواترہ ثابت ہوں- تمام مشہور قرأتیں مصاحفِ عثمانی میں موجود تھیں جس کا ثبوت جلال الدین سیوطی نے اپنی معرکۃ الارآ تصنیف الاتقان فی علوم

القرآن میں بڑی وضاحت سے بیان فرمایا۔(10) حضرت عثمان نے مزید یہ تاکید بھی فرمائی کہ تمام مشکلات و اختلافات میں لُغتِ قریش کو اہمیت دی جائے کیونکہ نزولِ قرآن لغتِ قریش میں ہوا ہے۔(11) مصاحفِ عثمانی میں سورتوں کی ترتیب لوحِ محفوظ میں مکتوب ترتیب کے عین مطابق تھی-اس کی کتابت میں اعراب و نقاط استعمال نہیں کیے گئے تھے-یہ قرآن مجید کوفی قدیم میں لکھے گئے تھے-ابتدائی نسخہ جات میں ایک سورۃ کو دوسری سورۃ سے الگ کرنے کا کوئی خاص انتظام نہیں کیا گیا تھا لیکن ہر سورۃ کے آغاز سے قبل "بِسۡمِ ٱللَّهِ ٱلرَّحۡمَٰنِ ٱلرَّحِيمِ" واضح طور پر لکھا ہوتا تھا-جلد ہی سورۃ کے نام کو الگ کر کے بقیہ سورۃ کی نسبت مختلف روشنائی سے لکھا جانے لگا تاکہ نئی شروع ہونے والی سورۃ کا مختصر تعارف ہو جائے- حضرت عثمان نے حضرت حفصہ والا صحیفہ انہیں واپس کر دیا اور دیگر صحیفہ جات کو منسوخ کر دیا گیا- حضرت حفصہ کے وصال کے بعد مروان نے آپ کے بھائی عبداللہ ابن عمر سے وہ صحیفہ بھی منگوا کر منسوخ کر دیا تاکہ اختلاف کی کوئی گنجائش نہ رہے-سیوطی کی کتاب الاتقان کے مطابق کم و بیش چھ نسخے تیار کیے گئے جن میں سے پانچ دیگر علاقوں مکہ مکرمہ، مدینہ منورہ، شام، بصرہ اور کوفہ میں بھجوا دیئے گئے-آپ نے صرف قرآنی نسخہ جات پر ہی قناعت نہیں فرمایا بلکہ ہر علاقے میں ایک صحابی کو معلم بنا کر بھیجا تاکہ ہر طرح کے اختلاف کو مکمل طور پر ختم کر دیا جائے-آپ نے اُن علاقوں میں پہلے سے موجود تمام قرآن پاک منگوا کر نسخ کروا دیئے -اس طرح امتِ محمدی ایک بہت بڑے فتنہ نما اختلاف سے محفوظ رہی- آج بھی قرآنیات کا بنیادی اصول ہے کہ جس قرآن کا رسم الخط مصاحفِ عثمانی کے مطابق ہو گا، وہی قرآن کہلائے گا۔

حضرت علی کے دورِ خلافت تک قرآن پاک کی کتابت اعراب و نقاط کے بغیر کی جاتی تھی-مختلف روایات کے مطابق جب حضرت علی نے اپنے دورِ خلافت میں لوگوں کو قرآن مجید کی تلاوت کے دوران تلفظ و اعراب کی غلطیاں کرتے دیکھا تو اپنے شاگرد ابو الاسود الدوئلی کو زبان، خط اور کتابت کی غلطیوں کی درستگی کے لئے عربی زبان کے قواعد مرتب کرنے کا کام سرانجام دینے پر مامور فرمایا-انہوں نے دل و جان سے اس ذمہ داری کو قبول کیا اور پہلی دفعہ عربی صرف و نحو کے قواعد بنائے-الدوئلی نے حروف کی پہچان کے لیے نقطے ایجاد کیے۔ الدوئلی کے ایجاد کردہ نقطے درحقیقت اعراب (زیر، زبر اور پیش) کا کام کرتے تھے-ابو الاسود نے اصول طے کیے کہ جن حروف کو ادا کرنے میں پورا منہ کھل جائے اُن کے اوپر ایک نقطہ لگایا جائے گا، جن حروف کو ادا کرتے وقت دونوں لب کناروں سے مل جائیں گئے اور منہ گول ہو جائے اُن کے

آگے دائیں جانب ایک نقطہ اور جن کے ادا کرنے میں آواز کا رُخ نیچے کی جانب ہو ان کے آگے ایک نقطہ لگایا جائے گا۔([12])

خلاصہ:

قرآن مجید رسول اکرمؐ پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہونے والی وہ کتاب ہے جس کی حفاظت کی ذمہ داری خود اللہ تعالیٰ نے لی ہے۔ قرآن مجید آج کئی صدیاں گزر جانے کے باوجود اپنی حقیقی حالت میں موجود ہے- یہ قرآن پاک کی صداقت کی بین دلیل ہے تاہم کتابت کے حوالے سے یہ کئی مرحلوں سے گذر کر یہاں تک پہنچا ہے۔ عہد رسالت سے اس کا آغاز ہوا اور عہد خلفاء راشدین پر اس میں کام ہوا لیکن مختلف خط اور انداز تحریر کے ساتھ یہ سلسلہ صدیوں تک جاری رہا۔

حوالہ جات وحواشی:

---

[1]۔ بخاری، صحیح البخاری، ج7-ص9، باب قول المریض قوموا عنی، 1401-1981م، دار الفکر للطباعۃ والنشر والتوزیع، اِستنبول۔

Bukhari, Sahi Al Bukhari, Vol. 7, Page: 9, Chapter: Qol almareez Qoomo Anni,1401 hijri, 1981 A.D. Dar ul Fiqir, Altaba wa Alnashar wa Altouze, Istanbol.

[2]۔ الکردی، محمد طاہر، تاریخ الخط العربی وآدابہ، المطبعۃ التجاریہ بالسکاکینی، 1939ء، ص:7۔

Alkurdi, Muhammad Tahir, Tareekh alarbi wa Aadaba, Almutba Altijaria Balskakineeni, 1939 A.D. Page:7.

[3]۔ ابن ندیم، محمد بن اسحاق، کتاب الفہرست (ترجمہ محمد اسحاق بھٹی) ادارہ ثقافت اسلامیہ لاہور، 1969ء ص:10۔

Ibn e Nadeem, Muhammad Ibn e Ishaq, Kitab Al fahrist [Translation: Muhammad bin Iashaq Bhatti] Idara Saqafat e Islamia, Lahore, 1969, Page: 10.

[4]۔ ابنِ خلدون، عبدالرحمٰن، مقدمہ ابن خلدون، نفیس اکیڈمی کراچی، جلد:2، ص:306۔

Ibn e Khuldoon, Abdul Rehman, Muqaddima Ibn e Khuldoon,Nafees Academy, Karachi, Vol. 2, Page: 306.

[5]۔ الکردی، محمد طاہر، تاریخ الخط العربی وآدابہ، المطبعۃ التجاریہ بالسکاکینی، 1939ء، ص:60۔

Alkurdi, Muhammad Tahir, Tareekh alarbi wa Aadaba, Almutba Altijaria Balskakineeni, 1939 A.D. Page:60.

[6]۔ عبدالحئی عابد، عربی خط کی تاریخ وارتقاء، مقالہ برائے ایم-اے-عربی، بہاءالدین زکریا یونیورسٹی ملتان، 1990ء۔
Abdul Hayi Abid, Aarabi Khat ki Tareekh wa Irtaqa, Maqala Bara e M.A. Arabic, Bahauddin Zakariya University, Multan, 1990 A.D.

[7]۔ القرآن، علق، آیت:۴،۳۔

Al Quran, Aalaq, Aayat:3-4,

[8]۔ القرآن، قلم، آیت:۱۔

Al Quran, Qalam, Aayat: 1

[9]۔ السجستانی، ابوداؤد سلیمان ابن اشعث الازدی، کتاب المصاحف، ص:104۔

Al Sajistani, Abu Dawood Sulaman Ibn e Ashas Alazadi, Kitab almusahif, Page: 104,

[10]۔ سیوطی، جلال الدین، الاتقان، جلد:2، ص:289۔

Siuti, Jalal Uddin, AlIttiqan, Vol:2, Page: 289.

[11]۔ سیوطی، جلال الدین، الاتقان، ج:1، ص:104۔

Siuti, Jalal Uddin, AlIttiqan, Vol:1, Page: 104.

[12]۔ السابع عبدالعلم، الخط العربی، وزارہ التربیۃ والتعلیم المصر، دسمبر 1961ء۔

Alsabay Abdul Ilm, Alkhat Al Arabi Wazarat altarbia wa al Taleem Al Misir, December, 1961 A.D.